قرآن و حدیث اور اقوال ائمہ کی روشنی میں
الاقساط فی حیلۃ الاسقاط
عرف
اسقاط میت کا ثبوت
از قلم :-
استاذ العلماء شیخ القرآن علامہ محمد فیض احمد اویسی رضوی مدظلہ
ناشر
مکتبہ اویسیہ رضویہ
سیرانی روڈ بہاولپور

رسالہ

الاسقاط في الحيلة والاسقاط

تصنیف

حضرت علامہ شیخ القرآن محمد فیض احمد اویسی رضوی مدظلہ

باہتمام

صاحبزادہ عطاء الرسول اویسی

ناشر

مکتبہ اویسیہ رضویہ

سیرانی روڈ بہاولپور فون ۵۹۱۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

تمہید

اہلسنت کا طریقہ ہے کہ میت کی فوتیدگی کے بعد اس نماز و روزہ و دیگر واجبات کے لیے اسقاط وغیرہ کرتے ہیں اس پر دیوبندی وہابی لوگ معترض ہوتے ہیں۔ حیلہ و اسقاط کا شرعاً کوئی ثبوت نہیں بلکہ اس کا خیر القرون میں کوئی ثبوت نہیں اور نہ ہی شریعت نے اس طریقہ کو جائز سمجھا ہے۔ بہت سے بیوقوف جاہل تو اسے حرام تک کہہ دیتے ہیں۔ فقیر اویسی غفرلہٗ نے جہاں اپنے مسلک کے لیے دیگر مسائل کو دلائل سے ثابت کیا اس مسئلہ کے لیے بھی یہ چند سطور لکھ کر اس کا نام "اسقاط فی تحقیق الحیلۃ والاسقاط" تجویز کیا ہے۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الرؤف الرحیم۔

۲۶ محرم الحرام ۱۳۹۳ھ شب ہفتہ ۱۰ بجے۔

مقدمہ

استقاط۔ عربی لفظ ہے بمعنی گرانا۔ کما یقال اسقطت المرأۃ اسقطہ "عورت نے ادھورا بچہ گرایا"[1] اور اصطلاح شریعت میں فقہاء کے نزدیک میت کے ذمہ رہے ہوئے احکام شرعیہ کو گرا دینا تاکہ مردہ اپنی زندگی میں جن احکام شرعیہ کو غلطی سے یا بھول کر ادا نہ کر سکا اور اب ادا کرنے پر بالکل قدرت نہیں رکھتا اس کے لیے ایسا طریقہ اختیار کیا جائے جس کی وجہ سے ان احکام کے بارے میں اس کی ادائیگی ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچ جائے جسے پاس قرابت واخوت ہوگا وہ لازماً ایسے طریقے کو اپنائے گا جس سے مردگی گلو خلاص ہو سکے اور جو شخص اپنے اہل قرابت کی خیر خواہی کا احساس نہیں رکھتا اسے مجبور نہیں کیا جائے گا۔

اسقاط کا فائدہ

اسقاط شرعی سے فائدہ یہ ہے کہ انسان بہت احکام عمداً سہواً خطاءً رہ جاتے ہیں جنہیں وہ اپنی زندگی میں بوجہ غفلت ادا نہ کر سکا اب مرنے کے بعد نہ تو اسے ادا کرنے کی طاقت ہے اور نہ اس سے چھوٹنے کی کوئی سبیل۔ شریعت مطہرہ نے اس کی دستگیری کی اور ایک طریقہ بتایا جسے اسقاط کہا جاتا ہے کہ اگر میت کا کوئی خیر خواہ اس طریقہ کو اپنائے تو اس بیماری سے مردہ کو نجات مل جائے۔ یہ درحقیقت میت کے ساتھ ایک قسم کا تعاون ہے لیکن وہابی، دیوبندی خیر سے فی سبیل اللہ فساد کے عادی ہیں اسی لیے ہر نیک کام سے روکتے ہیں جس طرح وہ زندہ مسلمانوں کے

---

[1] : المنجد صد ۳۴۷

دشمن ہیں اسی طرح وہ چاہتے ہیں کہ بعد از مرگ بھی دکھ اور مصیبت میں گرفتار رہیں۔
ہم اہلسنّت بفضلہٖ تعالیٰ اہل اسلام کے خیر خواہ واقع ہوئے ہیں۔ اسی لیے جس طرح ہم ان کی عالم دنیا میں خیر خواہی کرتے ہیں اسی طرح قبر و حشر میں ان کی نجات کے اسباب ڈھونڈتے ہیں اور جہاں تک ہو سکتا ہے ان کی ہر طرح کی امداد کے لیے کسی قسم کی کسر نہیں چھوڑتے چنانچہ ہمارے اور مخالفین کے اختلافات کو بنظر غائر ملاحظہ فرمائیں۔ تو نتیجہ یہی نکلے گا

اسقاط کا طریقہ

میت کی عمر کا اندازہ لگا کر مرد کی عمر سے بارہ سال اور عورت کی عمر سے نو سال (نابالغ رہنے کی کم از کم مدت) کم کر دیئے جائیں۔ بقیہ عمر میں اندازہ لگایا جائے کہ ایسے کتنے فرائض ہیں جنہیں وہ نہ ادا کر سکا اور نہ ہی قضا۔ اس کے بعد ہر نماز کے لیے صدقہ فطر کی مقدار نصف صاع (۱۷۵ روپے اور اٹھنی کا وزن)، گندم یا ایک صاع (۳۵۰ روپے کا وزن)، جو ہے۔ (بہار شریعت، جاء الحق) یاد رہے کہ پانچ نمازوں کے ساتھ وتر کو بھی شمار کیا جائے گا۔ اس حساب سے ایک دن کی وتر سمیت چھ نمازوں کا فدیہ تقریباً بارہ سیر اور ایک ماہ (۳۰ دن) کا نو۹ من اور شمسی سال کا ایک سو آٹھ من ہو گا۔ قابلِ غور امر یہ ہے کہ اگر مرنے والے پر کئی سال کی نمازیں جمع ہوں تو اس کے لیے کتنی گندم دینی پڑے گی۔ اس دور فتنہ و فساد میں لاکھوں میں سے کوئی ایک اللہ کا بندہ ہو گا جو اتنی بڑی مقدار مرنے والے کے لیے خیرات کرے۔ ورنہ اکثریت ہرگز اتنی مقدار ادا کرنے کے لیے تیار نہیں ہو گی۔ خصوصاً غرباء جن کے پاس اتنی گنجائش ہی نہیں ہو گی۔ حیلہ اسقاط کے مخالفین ہی بتا دیں کہ میت کی طرف سے بطور فدیہ کتنا غلہ خیرات کرتے ہیں۔ اگر نہیں کرتے اور ہرگز نہیں کرتے اور حیلہ اسقاط کے ساتھ ویسے ہی خدا واسطے کی دشمنی ہوئی تو بھلا بتائیں کہ اس

جہان سے کوچ کر جانے والوں کے ساتھ کیا ہمدردی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دیوبندی اور وہابی وغیرہ حضرات کو دارِ فانی سے رخصت ہونے والوں کے ساتھ کوئی خیر خواہی نہیں ہے اور نہ فقراء و غرباء کے لیے جذبہ ہمدردی۔ شاید وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اس سے ہماری آمدنی پر اثر پڑ جائے گا۔ اگر کوئی شخص حساب کے مطابق فدیہ ادا کرے تو کیا ہی اچھا ہے ورنہ میت کا ولی زیادہ سے زیادہ نمازوں کا فدیہ جتنا ہو سکے نقد غلہ یا اور کوئی قیمت والی چیز چاہے قرآن مجید ہو، بازار میں اس کے ہدیہ کا اعتبار کر کے فقیر کو دیتے ہوئے یہ نیت کرے:

کل حق من حقوق اللّٰہ تعالیٰ لزم علی ذمۃ ھذا المیت من الفرائض والواجبات والکفارات والمنذورات وغیر ذلک بعضھا ادی و بعضھا لم یود فالذی ادی قبلھا اللّٰہ تعالیٰ بفضلہ العمیم وبجاہ سید الانبیاء و المرسلین والتی لم یود و

اللہ تعالیٰ کے حقوق فرائض و واجبات کفارات اور منذرات وغیرہ میں سے جو اس میت کے ذمہ لازم آئے ان میں سے کچھ ادا کر دیے کچھ ادا نہیں کیے جو حقوق اس نے ادا کیے انہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم اور سید الانبیاء و المرسلین کے طفیل اور مسلمانوں کی اس جماعتِ حاضرہ کی دعا سے قبول فرمائے اور جو ادا نہیں کیے اور اس کے ذمہ باقی ہیں ان میں سے کچھ قابل فدیہ ہیں اور کچھ ناقابل فدیہ ہیں اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرمائے اور اس میت سے درگذر فرمائے اور جو قابل فدیہ ہیں اور میت کے ذمہ

باقی ہیں ان کے فدیہ میں یہ
قرآن مجید اس نقد جنس سمیت
دیتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ
اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے گا
اور اپنے جود و عطا سے درگزر
فرمائے گا۔
دیگر حوالہ جات آتے ہیں۔

ف: عربی عبارت یاد کر کے اسقاط کرائے یا اردو ترجمہ ہی سہی۔

آسان طریقہ یا مختصر طور پر صرف اتنا کہہ دے:

اس میّت کے ذمّہ جو روزے
اور نمازیں وغیرہ ہیں انہیں ساقط
کرنے کے لیے میں قرآن مجید
بمعہ نقد و جنس دیتا ہوں۔

فقیر قبول کر لے پھر یہ فقیر یہ فدیہ دوسرے فقیر کو دیدے یا ولی کو واپس کر دے اور ولی دوسرے فقیر کو دیدے اور کچھ وہی کرے جو مذکور ہوا۔ اس طرح اتنی دفعہ ایک دوسرے کو دیا جائے کہ نماز روزہ وغیرہ کی تعداد کا فدیہ پورا ہو جائے

مزید توضیح

میّت پر سے نماز اور روزے کے اسقاط کے سلسلہ میں میّت کا کوئی وارث یا کوئی خیر خواہ دوست یا رشتہ دار ورنہ جتنا جیسے اللہ تعالیٰ توفیق دے گندم یا اس کی قیمت لے۔ مثلاً ایک ماہ کی نمازوں کا فدیہ ۴۵ من بنتا ہے تو ایک من گندم یا اس کی قیمت لے اور وہ کسی مسکین کو اس کا مالک کر دے۔ وہ مسکین یا تو دوسرے مسکین یا خود مالک کو بطور ہبہ دیدے۔ وہ پھر اس فقیر کو صدقہ دے۔ ہر بار کے صدقہ میں ایک

ماہ کی نمازوں کا فدیہ ادا ہو جائے گا۔ بار بار صدقہ کیا تو ایک سال کا فدیہ ادا ہوا۔
اسی طرح چند بار گھمانے میں پورا فدیہ ادا ہو جائے گا
نمازوں کے فدیہ سے فارغ ہو کہ اسی طرح روزہ اور زکوٰۃ کا فدیہ ادا کریں۔ رحمتِ الٰہی سے امید کی جا سکتی ہے کہ وہ اس طرح سے اپنے بندہ کو معاف فرما دے کیونکہ ؏ رحمت حق بہانہ می جوید و بہا نمی جوید
یہ طریقہ اسقاط حیلہ کے طور کیا گیا ہے اور حیلہ کی تحقیق آئندہ اوراق میں پیش کی جا رہی ہے۔

تنبیہ

حضرت حکیم الامت مولانا مفتی احمد یار خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پنجاب وغیرہ میں جو عام طور پر مروج ہے کہ مسجد سے قرآن پاک کا نسخہ منگایا اس پر ایک روپیہ رکھا اور چند لوگوں نے اس کو ہاتھ لگایا پھر مسجد میں واپس کر دیا۔ اس سے نمازوں کا فدیہ ادا نہ ہو گا۔ (دجاء الحق) [۱]

ازالۂ توہم

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ قرآن کی کوئی قیمت ہی نہیں۔ لہٰذا جب قرآن شریف کا نسخہ خیرات کر دیا تو سب نمازوں کا فدیہ ادا ہو گیا۔ مگر یہ غلط ہے کیونکہ اس میں اس میں اعتبار تو قرآن شریف کے کاغذ، لکھائی چھپائی کا ہے۔ اگر دو روپیہ کا یہ نسخہ ہے تو دو روپیہ کی خیرات کا ثواب ملے گا ورنہ پھر وہ حضرات جن پر ہزار روپیہ سالانہ زکوٰۃ واجب ہوتی ہے وہ کیوں اتنا خرچ کریں۔ صرف ایک قرآن پاک کا نسخہ خیرات کر دیا کریں۔ غرضیکہ یہ طریقہ صحیح نہیں ہے، طریقہ صحیح نہ ہونے کے معنیٰ ہیں کہ اس سے اسقاط کا مقصد حاصل نہ ہو گا۔ نہ یہ کہ

---

[۱]: اس کی مزید تشریح فقیر نے خاتمہ میں عرض کر دی ہے۔

حرام ہے۔ بلا دلیل کسی شے کو صرف اپنی رائے سے حرام کہنا تو فضلائے دیوبند ہی کا کام ہے۔ بقدر خیرات و ثواب مل جائے گا۔ اس پر مزید بحث آئندہ اوراق میں دیکھئے۔

نوٹ: ہم نے فدیہ کا جو وزن بیان کیا ہے کہ چھ نمازوں کا برابر ۱۱ سیر یہ ہر جگہ کے لیے نہیں ہے۔ ایک نماز کا فدیہ ۱۷۵ روپیہ اٹھنی بھر گندم ہوتی ہے۔ ہر علاقہ کے لوگ اس سے اپنے یہاں کے سیر سے حساب لگالیں۔ (جاء الحق)

فصل

حیلہ لغت میں کئی معنوں میں مستعمل ہوتا ہے۔

۱- بمعنی قوت و طاقت۔
۲- ہوشیاری و دور بینی
۳- کاموں میں تصرف کی قوت۔ اس کی جمع حیل آتی ہے اور اصطلاح شریعت میں

الحیلۃ فی تدبیر الامور وھی تقلیب الفکر حتی یھتدی الی المقصود۔ (الاشباہ والنظائر)

حیلہ اس جائز طریقے کو کہتے ہیں جس سے ضرورتِ شرعیہ کو پورا کیا جا سکے اور دُور اندیشی سے معاملہ کا اس طرح انتظام کیا جائے کہ مقصد کی طرف راہ مل جائے اور یہاں لغوی معانی میں سے دوسرے معنی کی مناسبت سے حیلہ کہا جاتا ہے اس لیے کہ جب دیکھا گیا کہ میت پر حقوق واجبہ بہت ہیں اور اگر ادا نہ کیے جائیں تو اسے سخت عذاب ہوگا اور ادائیگی میں بڑی رقم اور دولت جاتی ہے۔ اس پر انسان نے ہوشیاری سے کام لیتے ہوئے ایسا طریقہ اختیار کیا کہ جس سے میت کا عذاب رحمت سے بدل جائے جس سے امید پڑگئی اور خرچ میں

کمی واقع ہوئی اور عبادات میں اس طرح کا نہ صرف ایک بلکہ سینکڑوں حیلہ جات کا ثبوت ملتا ہے جنہیں ہم آگے چل کر عرض کریں گے۔ (ان شاء اللہ)

اسقاط کا ثبوت قرآن سے

اسقاط کے متعلق آیت قرآنی میں واضح طور پر ارشاد ہے:

وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین ۔ (پ ۲)

جو روزہ نہ رکھ سکیں وہ روزے کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلائیں۔

فدیے کی مقدار بیان ہو چکی ہے۔ فقہاء کرام نے فرمایا کہ جب شیخ فانی کی طرف سے روزے کا فدیہ دینا جائز ہے۔ حالانکہ امکان ہے کہ کسی وقت اسے روزہ رکھنے کی قدرت حاصل ہو جائے مردہ تو یکسر عاجز ہو چکا ہے اس سے اس بات کی زیادہ ضرورت ہے کہ اس کی طرف سے فدیہ دیا جائے۔ اگر اس نے وصیت کر دی ہے کہ وارثوں پر ترکہ کے تیسرے حصے سے نہ صرف روزں کا بلکہ نمازوں کا فدیہ بھی ادا کرنا لازم ہوگا اور اگر وصیت نہیں کی تو اپنے طور پر فدیہ ادا کر سکتے ہیں۔

سوال یہ صحیح ہے کہ روزے کے عوض گندم وغیرہ کو بطور فدیہ دینا قرآن مجید سے ثابت ہے لیکن یہ ایسا مسئلہ ہے جسے صرف عقل سے نہیں جانا جا سکتا۔ کیونکہ عقل تو صرف یہ فیصلہ کر سکتی ہے کہ روزے کے بدلے روزہ رکھ لیا جائے۔ یہ فیصلہ نہیں کر سکتی کہ روزے کے بدلے کھانا کھلانا کافی ہوگا اور قاعدہ ہے کہ قرآن و حدیث سے اگر ایسا حکم ثابت ہو جو عقل سے نہ جانا جا سکے تو اس پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ تم نے روزے کے فدیے پر قیاس کر کے یہ فیصلہ کیسے کر دیا ہے کہ اگر مرنے والے نے وصیت کر دی ہو تو اس کی نمازوں کا فدیہ بھی وارث پر ادا کرنا ضروری ہے۔

جواب نماز کے فدیے کو روزے کے فدیے پر قیاس نہیں کیا گیا بلکہ یہ حکم احتیاط کے تحت دیا گیا ہے کہ جس طرح شیخ فانی (وہ شخص جو انتہائی کمزوری کی وجہ سے روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو، نہ آئندہ طاقت کی امید ہو اس سے اللہ تعالیٰ روزے کے بدلے میں فدیہ قبول کر لیتا ہے۔ اسی طرح اگر نماز کی طرف سے بھی فدیہ قبول کرے تو اس کے لطف و کرم سے کوئی بعید نہیں (اور یہی مقصود ہے) اور اگر نماز کی طرف سے قبول نہ فرمائے تو صدقے کا ثواب بہر حال رہے گا جس سے غالباً کسی دیوبندی وہابی کو بھی انکار نہ ہوگا۔ بادشاہ عالمگیر کے استاذ ملا جیون رحمہا اللہ تعالیٰ اپنی شہرہ آفاق کتاب نور الانوار ص۴۹ میں لکھتے ہیں:

الصلوٰۃ نظیر الصوم بل اھم	نماز روزے کی طرح ہے بلکہ
منہ فی الشان والرفعۃ فامرنا	شان و رفعت میں اس سے بھی
الفدیۃ عن جانب الصلوٰۃ فان	اہم ہے۔ اس لیے ہم نے کہا
کفت عنہا عند اللہ فیہا	کہ نماز کی طرف سے فدیہ دینا
والا فلہ ثواب الصدقۃ	چاہیے۔ اگر یہ فدیہ عند اللہ نماز
ولہذا قال محمد فی	کی طرف سے مقبول ہوا تو فبہا
الزیادات تجزیہ	ورنہ صدقے کا ثواب تو انشاء اللہ
ان شاء اللہ تعالیٰ والمسائل	مل ہی جائے گا۔ قیاسی مسائل
القیاسیۃ لا تتعلق لہا	میں انشاء اللہ نہیں کہا جاتا۔
بالمشیۃ۔	

انشاء اللہ اسی لیے کہا گیا ہے کہ یہ احتیاط کی بنا پر فیصلہ کیا گیا ہے اور جو مسائل قیاس سے بیان کیے جائیں ان کے ساتھ انشاء اللہ تعالیٰ نہیں لکھا جاتا۔

قرآن مجید سے حیلہ اسقاط کی تاریخی اور شرعی حیثیت

حیلے میں قرآن مجید کا شامل کرنا ناجائز نہیں بلکہ امید مغفرت کے لیے باعث نقویت ہے۔ اولاً اس لیے کہ قرآن مجید کا ہدیہ کاغذ اور طباعت کے اعتبار سے بازار میں مقرر ہوتا ہے جب دوسری چیز غلہ وغیرہ فدیے میں دی جاسکتی ہے تو قرآن مجید ہدیے کے لحاظ سے کیوں نہیں دیا جاسکتا۔ آخر وہ بھی تو مال متقوم ہے جب گندم وغیرہ دینے سے امید مغفرت ہے تو قرآن مجید دینے سے یہ توقع کیوں نہیں ہوسکتی۔ امام اہلسنت اعلیحضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ سے کسی نے عرض کیا کہ اسقاط کی حالت میں چند سیر گندم اور قرآن کریم دیا جاتا ہے اس میں کل کفارہ ادا ہوجائیگا یا نہیں ؟

ارشاد ۔ جتنی قیمت قرآن عظیم کی بازار میں ہے اتنے کا کفارہ ادا ہوجائیگا (احکام شریعت حصہ سوم ص۱۲۵ فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص۵۹۷)

ثانیاً اس لیے کہ فقیہ جلیل امام الہدیٰ ابو اللیث سمرقندی متوفی ۳۷۳ھ فرماتے ہیں :

حدثنا العباس بن سفیان عن ابن علیة عن ابن عون عن محمد عن عبد اللہ قال قال عمر ایها المؤمنون اجعلوا القرآن وسیلة لنجاة الموتی فتحلقوا وقولوا اللّٰهم اغفر لهذا المیت بحرمة القرآن المجید وتناولوا بایدیکم متناوبة وفعل عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ہمیں عباس بن سفیان نے ابن علیہ سے روایت کی، انہوں نے ابن عون سے انہوں نے محمد سے، انہوں نے عبد اللہ سے۔ انہوں نے کہا کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ اے ایمان والو! تم قرآن کو مردوں کی نجات کا وسیلہ بناؤ۔ لہذا دائرہ بنا کر عرض کرو اے اللہ! اس میت کو قرآن مجید کے صدقے بخش

فی اٰخر الخلافة بمثله فی زمانه لامراة ملقبة بجبيبة بنت عريد زوجة قلاب (و فی نسخة قلاب) بجزء من القراٰن من مالی الی عم يتساء لون -

وشاع فعله فی زمان خلافة عثمان بانكار مروان ببغداد وقال الامام السمرقندی ثم اشتهر فی خلافة هارون الرشيد من غير انكار نكير دوران القراٰن لحيلة الاسقاط فاصله ثابت عن عمر و ان لم يذكر فی الكتب المشهورة من الاحاديث ولكنه مذكور فی بعض الكتب من التواريخ بسند قوی -

دے اور یکے بعد دیگرے قرآن مجید لیتے جاؤ ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آخر خلافت میں اسی طرح قلاب کی زوجہ جبیبہ بنت عرید کے لیے قرآن مجید کے ایک حصے مالیؔ سے عمّ یتساءلون تک دور کروایا ۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں مروان کے انکار پر بغداد میں یہ طریقہ شایع ہوا ۔ امام سمرقندی کہتے ہیں کہ ہارون الرشید کے دور خلافت میں بغیر کسی انکار کے حیلہ اسقاط کے لیے قرآن مجید پھیرنا رائج ہوا ۔ اس کا اصل حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت ہے اگرچہ حدیث کی مشہور کتب میں مذکور نہیں لیکن تاریخ کی بعض کتب میں قوی سند کے ساتھ مذکور ہے ۔

چنانچہ صاحب فتوح نے اور دو سندوں سے بھی روایت ذکر کی ہے ۔

سوال: فتاویٰ سمرقندی کی عبارت تمہارے لیے مفید نہیں کیونکہ صاحب فتاوی ابوالليث سمرقندی اگرچہ بہت بڑے فقیہ تھے مگر فن روایت وحدیث میں ان کا کوئی اعتبار نہیں نیز دوسری سند صاحب فتوح کے حوالے سے بیان کی گئی ہے او صاحب

فتوح محمد بن عمر واقدی محدثین کے نزدیک قابل اعتبار نہیں۔ یہ بھی ملحوظ رہے کہ دوسری اور تیسری سند کے اکثر رواۃ یا تو غیر معتبر ہیں اور یا ہمیں اُن کا پتہ نہیں چل سکا کہ وہ کون تھے اور ہم اس بات کے مکلف نہیں ہیں کہ نامعلوم لوگوں سے دین لیتے پھریں۔

(راہِ سنت)

جواب : اسے کہتے ہیں تعصب اور خود رائی کہ جسے چاہا مجروح کہہ دیا اور جسے چاہا یہ کہہ کر رد کر دیا کہ چونکہ ہمیں اس کے بارے میں پتہ نہیں چل سکا اس لیے غیر معتبر مثلاً اسی ابواللیث رحمہ اللہ تعالیٰ ہی کو لے لیجئے۔ ان کی فقاہت معترض کے نزدیک بھی مسلم ہے تاہم علامۂ وقت، ادیب کامل علامہ خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ کا فرمان ان کے متعلق ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں:

السمرقندی ھذا ھو الامام الجلیل المعروف بامام الھدیٰ و ھو نصر بن محمد بن احمد بن ابراھیم الفقیہ الحنفی المشھور صاحب التصانیف الجلیلۃ کالتفسیر و النوازل و خزانۃ الفتاوی و تنبیہ الغافلین والبستان توفی بلیلۃ الاحدیٰ عشرۃ خلت من جمادی الاٰخر ۳۷۳ھ ثلث و سبعین و ثلث مائۃ۔ (نسیم الریاض شرح شفا)

سمرقندی یہی وہ امام جلیل ہیں جو امام الہدیٰ کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپ نصر ابن محمد بن احمد بن ابراہیم مشہور حنفی اور جلیل تصانیف کے مصنف ہیں چنانچہ تفسیر اور نوازل، اور خزانۃ الفتاوی، تنبیہ الغافلین اور بستان آپ کی یادگار ہیں۔ آپ کی وفات جمادی الاخری کی گیارہویں شب ۳۷۳ھ میں ہوئی۔

ان کی حدیث دانی قوت حافظہ اور تقوی و پرہیزگاری کا یہ عالم تھا کہ لاکھ حدیث کے حافظ تھے علوم صفار سے حاصل کیے آپ تمام عمر میں کبھی جھوٹ نہیں بولے۔

آپ کا حافظہ ایسا قوی تھا کہ کتب امام محمد و امام وکیع و ابن مبارک و امالی امام ابو یوسف آپ کو حفظ تھیں ۔ بستان العارفین وغیرہ آپ کی یادگار ہے ۔ (مقدمہ مفید المفتی ص ۱۲)

مقام غور ہے کہ جس شخصیت کا فقہ ، حدیث دانی ، خدا داد یادداشت نیکی و ورع میں اس قدر بلند مقام ہو ، اسے فن حدیث و روایت میں بالکل غیر معتبر قرار دینا کچھ آسان نہیں مگر برا ہو تعصب اور خود غرضی کا جو آدمی کو دیانت و انصاف کے اصولوں سے اندھا کر دیتے ہیں امام واقدی کے بارے میں اگرچہ محدثین مختلف خیالات رکھتے ہیں مگر قدوۃ الاحناف محقق علی الاطلاق ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء میں فرماتے ہیں :

عن الواقدی قال کانت بیر بضاعۃ طریقا للماء الی البساتین وھذا تقوم بہ الحجۃ عندنا اذا وثقنا الواقدی اما عند المخالف فلا لتضعیفہ (فتاوٰی رضویہ جلد ثانی مطبوعہ میرٹھ ص ۲۳۱ ، جلد رابع مطبوعہ مبارک پور ص ۲)

امام واقدی سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ بیر بضاعۃ باغوں کی سمت پانی کا راستہ تھا اس سے ہمارے نزدیک حجۃ ثابت ہے جبکہ ہم نے واقدی کی توثیق کی مخالف چونکہ انہیں ضعیف کہتے ہیں ان کے نزدیک دلیل قائم نہیں ہوگی ۔

غنیۃ المستملی للشیخ ابراہیم حلبی مصری ص ۹۵ والصحیح فی الواقدی التوثیق قال الشیخ تقی الدین بن دقیق العید فی الامام جمع شیخنا ابو الفتح الحافظ فی اول کتابہ المغازی والسیر من ضعفہ ومن ثقہ ورجح توثیقہ وذکر الاجوبۃ عما قیل فیہ ۔ فتاوٰی سمرقندی کی روایت کو موضوع اور جعلی قرار دینا علم حدیث میں بے مائیگی اور بے بصیرت ہونے کی روشن دلیل ہے ۔ کیا اگر آپ کو ایک راوی کا پتہ نہیں چل سکا تو وہ حدیث جعلی ہو جائے گی ۔ آپ کو کس نے اس وہم میں مبتلا کر دیا ہے کہ آپ بھی وقت کے ابن حجر یا ابن حنبل ہیں ۔ حتیٰ کہ آپ کو

اگر کسی راوی کا پتہ نہ چل سکے تو وہ غیر معتبر ہو جائے۔ رہے دیگر وجوہ تو ان سے محض ضعف ثابت ہوتا ہے جس کا تدارک تعدد روایت سے ہو جاتا ہے اور خود حدیث ضعیف فضائل اعمال میں معتبر ہوتی ہے۔ چنانچہ علامہ خفاجی رحمۃ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

والذی یصلح للتعویل علیہ ان یقال اذا وجد حدیث فی فضیلۃ عمل لا یحتمل الحرمۃ والکراھۃ یجوز العمل بہ رجاءً للثواب۔ اھ۔

اس بات پر اعتماد کیا جا سکتا ہے کہ جب ایسے عمل کی فضیلت میں حدیث وارد ہو جائے جو کہ حرمت و کراہت کا احتمال نہ رکھتا ہو اس حدیث پر امید ثواب سے عمل جائز ہے۔

مسئلہ اسقاط پر اقوال علمائے امت

آیت مذکورہ کے تحت اصولی مفسر حضرت ملا احمد جیون خدا ترس عالمگیر بادشاہ کے استاذ رحمہا اللہ تعالیٰ نے تفسیرات احمدیہ میں لکھا کہ:

۱۔ وَالصَّلوٰۃُ نَظِیْرُ الصَّوْمِ بَلْ اَھَمُّ فِیْہِ فَاَمَرْنَاہُ بِالْفِدْیَۃِ اِحْتِیَاطًا وَّرَجَوْنَا الْقَبُوْلَ مِنَ اللہِ تَعَالیٰ فَضْلًا۔

نماز روزے کی مثل بلکہ اس سے بھی اہم فلہٰذا ہم نے اس میں بھی فدیہ کا احتیاطاً حکم دیا اور رب تعالیٰ کے فضل سے قبولیت کی امید ہے۔

۲۔ حضرت محقق علی الاطلاق علامہ ابن الہمام رحمہ اللہ تعالیٰ فتح القدیر میں لکھتے ہیں:

من مات وعلیہ قضاء رمضان فاوصٰی بہ اطعم عنہ ولیہ لکل یوم مسکیناً نصف صاع من بر او صاعاً من

جو شخص مر جاوے اور اس پر رمضان کی قضا ہے۔ اس نے وصیت کی تو اس کی طرف سے اس کا ولی ہر دن کے عوض ایک مسکین کو

تمر او شعیر لانہ عجز عن الاداء وکذلک اذا اوصٰی بالاطعام عن الصلوٰۃ

نصف صاع گیہوں یا ایک صاع خرمے یا جو دیدے کیونکہ میت اب اس کی ادائیگی سے مجبور ہے اسی طرح جبکہ اس نے نماز کے بدلے میں کھانا دینے کی وصیت کی ہو۔

۳- مدارس عربیہ کے نصاب کی درسی مشہور کتاب شرح وقایہ میں ہے:

وفدیۃ کل صلوٰۃ کصوم یوم وھو الصحیح

ہر نماز کا فدیہ ایک دن کے روزے کی طرح ہے اور یہی صحیح ہے۔

۴- طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں ہے:

اعلم انہ قد ورد النص فی الصوم باسقاط بالفدیہ واتفقت کلمۃ المشائخ علی ان الصلوٰۃ کالصوم - استحسانًا واذا علمت ذلک تعلم جھل من یقول ان اسقاط الصلوٰۃ لا اصل لہ اذ ھذا ابطال للمتفق علیہ من المذاھب۔

جان لو کہ روزے میں تو نص وارد ہے کہ فدیہ سے روزہ کا اسقاط ہوتا ہے لیکن نماز کے متعلق مشائخ کا اجماع ہے کہ نماز روزے کی طرح ہے۔ استحسان کے طور اور جب تمہیں معلوم ہوگیا اب اس سے واضح ہوگئی جہالت اس کی جو کہتا ہے کہ نماز کے اسقاط کا کوئی اصل نہیں اس لیے یہ تو مذہب کے اجماع کو باطل کرتا ہے۔

۵- شرح الیاس میں ہے:

ویعتبر فدیۃ کل صلوٰۃ

ہر فوت شدہ نماز کے فدیہ کا اعتبار

فائت کصوم یوم ای کفدیۃ یوم ۔ — ایک دن کے روزے پر ہے یعنی ایک دن کے روزے کی طرح ہے۔

۶۔ منار متن نورالانوار میں ہے :

ووجوب الفدیۃ فی الصلوٰۃ للاحتیاط ۔ — نماز میں فدیہ کا واجب ہونا احتیاطاً ہے۔

۷۔ لمعات شرح مشکوٰۃ میں سیدنا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں :

وذھب الجمہور الیٰ انہ لا یصوم عنہ وبہ قال ابو حنیفۃ و مالک والشافعی واصح قولیہ عند اصحابہ وقول الحدیث بان المراد اطعام الولی عنہ وتکفیرہ عنہ فعندنا ان اوصی فیوخذ من کل مالہ ۔ اور جمہور کا مذہب ہے کہ مردے سے روزے نہ رکھے جائیں یہی قول ابو حنیفہ و مالک و شافعی کا ہے اور آپ کے اصحاب کے دو قولوں میں صحیح یہی ہے اور حدیث کے بقول اس سے مراد طعام کھلانا اور کفارہ دینا ہے ۔

حیلہ اسقاط کے مروجہ طریقہ کا ثبوت

قرآن مجید سمیت نقد اور غلہ ایک آدمی دوسرے کو دے اور وہ تیسرے کو دے ۔ یہ فعل اس کثرت سے اور تعداد سے کہ عمر بھر کے فرائض کے فدیہ کی مقدار پوری ہو جائے اس کے متعلق فقہ کی ہر چھوٹی بڑی کتاب متون و شروح اور فتاویٰ میں موجود ہے ۔ چنانچہ بطور نمونہ چند حوالے مندرج ہیں :

۱۔ نورالایضاح صفحہ ۶۶ مع حاشیہ طحطاوی میں تو مروجہ حیلہ اسقاط کے لیے ایک خاص فصل مقرر فرمائی ہے چنانچہ لکھا کہ :

فصلٌ فی اسقاط الصوم و الصلوٰۃ ۔ — یعنی یہ فصل نماز و روزہ کے اسقاط میں ہے ۔

اس کے بعد لکھتے ہیں :

ولا یصح ان یصوم و لا	یعنی نہ اس کی طرف سے روزہ
ان یصلی عنه و ان لم	رکھے اور نہ نماز پڑھے اور اگر
یف ما اوصی به عما علیه	فدیہ کے طور دینے کی وصیت
یدفع ذالك المقدار للفقیر	کی اور وہ مال اس کے فرائض کیلئے
فیسقط عن المیت بقدرہ	ناکافی ہے یا اس کے ترکہ کا تیسرا
ثم یہبه الفقیر للولی ثم	حصّہ ناکافی ہے (یا وصیت ہی
یدفعه للفقیر فیسقط	نہیں کی تو میت کی نجات دلانے کا
بقدرہ ثم یہبه	حیلہ یہ ہے کہ وہ مقدار فقیر کو
الفقیر للولی و یقبضه	دیدے اس کے برابر میت کے
ثم یدفعه الولی	ذمہ سے فرائض ساقط ہو جائیں گے
للفقیر حتی یسقط ما	پھر وہ فقیر ولی کو ہبہ کر دے اور
کان علی المیت من	ولی قبض کر کے پھر فقیر کو دیدے
صلوۃ و صیام ۔	اس کے برابر اور فرائض ساقط
	ہو جائیں گے پھر فقیر ولی کو ہبہ
	کر دے ، ولی پھر فقیر کو دے
	یہ سلسلہ یہاں تک جاری رہے کہ
	میت کے تمام روزے اور نمازیں
	ساقط ہو جائیں ۔

۲۔ در مختار میں تو یہاں تک لکھا ہے کہ :

ولو لم یترك مالا یستقرض	اگر میت نے کچھ مال نہیں چھوڑا
وارثه نصف صاع ثم	تو وارث نصف صاع گندم لے کر

يدفعه الفقير للوارث	فقیر کو دیدے ، فقیر وارث کو
ثم وثم حتى يتم .	دیدے اور وارث فقیر کو . حتیٰ کہ
	مقدار پوری ہو جائے ۔

اس کی شرح ردالمحتار میں علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں :

والا قرب ان یحسب ما علی المیت ویستقرض بقدرہ بان یقدر عن کل شھر او سنۃ الا بحسب مدۃ عمرہ بعد اسقاط اثنی عشر سنۃ للذکر وتسع سنین للانثی لانھما اقل مدۃ بلوغھا فیجب عن کل شھر نصف غرارۃ (فتح القدیر) بالمد الدمشقی مد زماننا ولکن سنۃ شمسیۃ ست غرائر فیستقرض قیمتھا ویدفعھا الفقیر ثم یستوھبھا منہ ویتسلمھا منہ لیتم الھبۃ ثم یدفعھا لذلک الفقیر او لفقیر آخر وھکذا فیسقط فی کل مرۃ کفارۃ سنۃ بعد ذلک یعید الدور لکفارۃ الصیام ثم الاضحیۃ ثم الایمان لکن لابد فی کفارۃ الایمان من عشرۃ مسکین بخلاف فدیۃ للصلوٰۃ فانہ یجوز اعطاء فدیۃ صلوٰۃ للواحد ۔

یعنی اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ حساب کرے کہ میت پر کتنی نمازیں اور روزے وغیرہ ہیں اور اس اندازے سے قرض لے اس طرح کہ ایک ایک مہینہ یا ایک ایک سال کے اندازہ لے یا میت کی کل عمر کا اندازہ کرلے اور پوری عمر میں سے بلوغ کی کم از کم مدت مرد کے لیے بارہ سال ہے اور عورت کیلئے ۹ سال وضع کر دے پھر حساب کرلے تو ہر مہینہ کی نمازوں کا فدیہ نصف غرارہ ہوگا (فتح القدیر دمشقی مد سے) اور ہر شمسی سال کا کفارہ ۶ غرارہ

ہوا ۔ پس وارث اس کی قیمت قرض لے اور فقیر کو اسقاط کے لیے دے ۔ پھر فقیر اس کو دیدے اور وارث ہبہ قبول کر کے موہوب پر قبضہ کرلے پھر وہ ہی قیمت اسی فقیر کو یا دوسرے کو فدیہ میں دے ۔ اسی طرح دورہ کرتا رہے تو ہر دفعہ میں ایک سال کا کفارہ ادا ہوگا اور اس کے بعد روزہ اور قربانی کے کفارہ کے لیے دورہ کرے پھر کفارہ یمین کے لیے لیکن کفارہ قسم میں دس مسکینوں کا ہونا ضروری ہے ۔ بخلاف فدیہ نماز کے کہ اس میں چند نمازوں کا فدیہ ایک شخص کو دے سکتا ہے ۔

یہ بالکل وہی طریقہ ہے جو ہم اہلسنّت (بریلوی) عمل میں لاتے اور عوام کو بتاتے ہیں نیز کتابوں میں لکھتے ہیں ۔

۳۔ علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ در مختار کی شرح میں فرماتے ہیں:

فما يفعل الآن من تدوير الكفارة بين الحاضرين وكل يقول الآخر وهبت هذه الدراهم لإسقاط ما على ذمة فلان من الصلوٰة والصيام ويقبله الآخر صحيح (طحطاوی شرح در مختار جلد ۱ ص ۲۸۷)	اب جو کفارہ اور فدیہ حاضرین کے درمیان پھیلا جاتا ہے اور ہر شخص دوسرے سے کہتا ہے کہ یہ رقم میں نے میت کے ذمہ سے نماز و روزہ ساقط کرنے کے لیے تمہیں دی اور دوسرا قبول کر لیتا ہے ۔ صحیح ہے ۔

۴۔ الاشباہ والنظائر میں ہے :

اَرَادَ الْفِدْيَةَ عَنْ صَوْمِ اَبِيْهِ اَوْ صَلٰوتِهٖ وَهُوَ فَقِيْرٌ يُعْطِيْ مَنَوَيْنِ مِنَ الْحِنْطَةِ فَقِيْرًا ثُمَّ يَسْتَوْهِبُهٗ ثُمَّ يُعْطِيْهِ

وھکذا الی ان یتم

مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے :

فَحِیْلَتُہٗ لِاِبْرَاءِ ذِمَّۃِ الْمَیِّتِ عَنْ جَمِیْعِ مَا عَلَیْہِ اَنْ یَّدْفَعَ ذٰلِکَ الْمِقْدَارَ الْیَسِیْرَ بَعْدَ تَقْدِیْرِہٖ لِشَیْءٍ مِنْ صِیَامٍ اَوْ صَلٰوۃٍ اَوْ نَحْوِہٖ وَیُعْطِیْہِ لِلْفَقِیْرِ بِقَصْدِ اِسْقَاطِ مَا یُرِیْدُ عَنِ الْمَیِّتِ ثُمَّ بَعْدَ قَبْضِہٖ یَہَبُہُ الْفَقِیْرُ لِلْوَلِیِّ اَوْ لِلْاَجْنَبِیِّ وَیَقْبِضُہٗ ثُمَّ یَدْفَعُہُ الْمَوْھُوْبُ لَہٗ لِلْفَقِیْرِ بِجِھَۃِ الْاِسْقَاطِ مُتَبَرِّعًا بِہٖ عَنِ الْمَیِّتِ ثُمَّ یَہَبُہُ الْفَقِیْرُ لِلْوَلِیِّ (الی ان قال) وَھٰذَا ھُوَ الْمُخَلِّصُ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی ۔

۵ عالمگیری میں ہے :

وَاِنْ لَّمْ یَتْرُکْ مَالًا یَسْتَقْرِضُ وَرَثَتُہٗ نِصْفَ صَاعٍ وَیَدْفَعُ اِلٰی مِسْکِیْنٍ ثُمَّ یَتَصَدَّقُ مِسْکِیْنٌ عَلٰی بَعْضِ وَرَثَتِہٖ ثُمَّ یَتَصَدَّقُ حَتّٰی یَتِمَّ الْکُلُّ کَذَا فِی الْخُلَاصَۃِ

ف : ان کے ترجمے وہی ہیں جو ہم نے پہلے بارہا لکھے ہیں ۔

۶۔ درۃ البرر میں امام محمد کی کتاب الجیل سے منقول ہے :

قال الامام محمد اسھل طریقۃ	امام محمد رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ
ان یبیع الوارث علی الفقیر	حیلہ اسقاط کا آسان طریقہ یہ ہے
لہ ثم فثم حتی	کہ وارث ایک صحیح قرآن مجید پڑھنے
یستم لعل اللہ یجعلہ	کے قابل کسی فقیر کے پاس ...
فدیۃ فی مقابلۃ	پر فروخت کردے پھر فقیر وارث

الصوم و	کو ہبہ کر دے۔ یہ سلسلہ یہاں تک
الزکوۃ و	ہو کہ میت کے فرائض کے کفارے
المنذرات۔ اھ	کی مقدار پوری ہو جائے۔ ہو
	سکتا ہے اللہ تعالیٰ میت کی
	نمازوں، روزوں اور نذور کا
	فدیہ بنا دے۔

۷۔ طحطاوی میں ہے:

لابد من تکرار القبض والدفع	قبض وبسط کا تکرار ہونا چاہیئے،
حتی یسقط ما کان یظنہ	یہاں تک کہ گمان نہ رہے کہ اب
علی المیت من صیام او	میت پر کچھ حق اللہ (نماز و روزہ
صلوٰۃ ونحوھما من	وغیرہ) ہوگا اور یہ اس کی نجات کا
الواجبات وھذا ھو	موجب ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔
المخلص فی ذلک	
انشاء اللہ تعالیٰ۔	

۸۔ ملا فیض عالم بن ملا جیون رحمہما اللہ تعالیٰ وجیر الصراط صہ ۱۶ میں لکھتے ہیں کہ
"پس حیلہ برائے بری الذمہ کردن میت از جمیع ما علیہ ایں ست کہ اولا مقرر
کند ایں مقدار یسیر را برائے چیزے از نماز یا روزہ یا غیرہا کہ بر ذمہ
میت بودند و بدہد ایں مقدار را بمسکینی بقصد اسقاط آں چیز کہ رد کردہ
شود از میت پس ساقط خواہند شد واجبات فوتیہ از ذمہ میت بایں قدر پس
بعد از قبض فقیر بہ بخشد آں مقدار را بولی یا باجنبی و قبض کند ولی یا اجنبی
تا کہ ہبہ تمام شود و مالک گردد و باز و باز بخشد موہوب لہ بفقیر برائے

اسقاط میت متبرعاً بہ عنہ پس ساقط خواہند شد از میت بقدر آں مقدار نیز باز بخشند فقیر برائے ولی یا برائے اجنبی وقبض کند ولی یا اجنبی پس باز بدہد ایں ولی باین فقیر متبرعاً عن المیت وایں چنیں کند بار بار تا آنکہ ساقط شود از زمہ میت آں واجبات فوتیہ کہ در ظن ایں کس برآں میت لازم بودند ہذا ہوالمخلص فی ذلک انشاء اللہ تعالیٰ بمنہ وکرمہ ۔

۹۔ الدر المنتقی میں ہے :

انہم اذا ارادوا الاخراج عنہ یحسب عمرہ بغلبۃ الظن ویخرج مدۃ الصبا وھی اثنا عشر فی الغلام و نسقہ فی الانثی ویخرج عنہ بقدرھا ان کان غلاھم مایکفی والا تدفع مرارا ۔	اہل اسلام جب اس سے حیلہ اسقاط کرتے تو اس کی عمر کا حساب لگاتے لیکن اس سے بچپن کا وقت ۱۲ سال اور لڑکی کا ۹ سال نکال لیتے ، اگر وہ صاحب ثروت ہوتا تو ورنہ اس کو باری باری فقراء کی تملیک کیا جاتا ۔

باب دوم

شرعی حیلہ کا ثبوت از قرآن پاک

فصلِ اوّل

ہمارا مسلک ہے کہ حرام کو دفع کرنے یا ضرورت شرعیہ پورا کرنے کے لیے حیلہ جائز ہے چند ایک آیت قرآنیہ ملاحظہ فرمائیں :

۱- جب حضرت ایوب علیہ السلام نے دیر سے آنے پر اپنی اہلیہ محترمہ کو سو لکڑیاں مارنے کی قسم کھائی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا :

خذ بیدك ضغثا فاضرب به ولا تحنث ۔ — کہ آپ اپنے ہاتھ میں جھاڑو لے کر انہیں ماریں اور قسم نہ توڑیں

فائدہ : کیا یہ حیلہ کی تعلیم نہیں ہے ۔

۲- حضرت یوسف علیہ السلام بنیامین کو اپنے پاس رکھنا چاہتے تھے ۔ ساتھ ہی یہ ارادہ تھا کہ حقیقت کا انکشاف نہ ہو ۔ اس لیے یہ حیلہ اختیار فرمایا کہ شاہی پیالہ حضرت بنیامین کے کجاوے میں رکھوا دیا اور تلاشی سے پہلے بھائیوں سے پوچھ لیا کہ چور کی سزا کیا ہے ۔ انہوں نے کہا کہ مال کا مالک چور کو غلام بنائے تلاشی ہوئی پیالہ مل گیا ۔ اس طرح آپ نے حضرت بنیامین کو اپنے پاس رکھ لیا ۔ حالانکہ مصر کے قانون میں گنجائش نہ تھی ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

کذالك کدنا لیوسف وما کان لیاخذ اخاہ فی دین — ہم نے یوسف علیہ السلام کو یہی تدبیر بتائی ۔ بادشاہی قانون میں آپ اپنے

الملك الا ان یشاء اللّٰہ ۔ بھائی کو رکھ نہ سکتے تھے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ۔

ملاحظہ ہو کیا خوب حیلہ سکھایا گیا ہے ۔

۳ ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب حضرت خضر سے وعدہ کیا تو کہا ،
سَتَجِدُنِیْ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ صَابِرًا ۔ یعنی آپ مجھے انشاء اللہ تعالیٰ صابر پائیں گے ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انشاء اللہ کی قید کا اضافہ کر کے اپنے کلام کو جھوٹ ہونے سے بچالیا ۔ یہ بھی ایک حیلہ تھا ۔

ف : انہی آیات سے ہمارے ائمہ مجتہدین فقہاء احناف نے بھی شرعی حیلہ پر استدلال کیا ہے ۔ چنانچہ یہی آیات شمس الائمہ سرخسی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے مبسوط جلد ۳۰ صہ ۲۰۹ پر ذکر کی ہیں بلکہ ان آیات پر کوئی معمولی سا شبہ ہوتا تھا تو بھی اس کا دفعیہ فرمایا ۔ چنانچہ فقہ حنفی کی معتبر کتاب عالمگیری کتب الحیل میں ہے کہ : وعامۃ المشائخ علیٰ ان حکمہا لیس بمنسوخ وھو الصحیح من المذھب اور عام مشائخ اس پر ہیں کہ اس آیت کا حکم منسوخ نہیں ۔ بلکہ ہمارے فقہاء کرام نے اپنی تصانیف میں شرعی حیلہ کے جواز کے لیے مستقل باب باندھے ہیں ۔ چنانچہ عالمگیری میں حیلوں کا ایک مستقل باب ہے جس کا نام کتاب الحیل ہے چنانچہ وہاں پر حیلہ شرعی کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

کُلُّ حِیْلَۃٍ یَحْتَالُ بِھَا الرَّجُلُ لِاِبْطَالِ حَقِّ الْغَیْرِ اَوْ لِاِدْخَالِ شُبْھَۃٍ فِیْہِ اَوْ لِتَمْوِیْہِ بَاطِلٍ فَھِیَ مَکْرُوْھَۃٌ

یعنی جو شخص کسی کا حق مارنے یا اس میں شبہ پیدا کرنے یا باطل سے فریب دینے کے لیے کیا جاوے وہ مکروہ ہے اور جو حیلہ اس لیے

وَكُلُّ حِيلَةٍ يُحْتَالُ بِهَا الرَّجُلُ لِيَتَخَلَّصَ بِهَا عَنْ حَرَامٍ أَوْ لِيَتَوَصَّلَ بِهَا إِلَى حَلَالٍ فَهِيَ حَسَنَةٌ وَالْأَصْلُ فِي جَوَازِ هٰذَا النَّوْعِ مِنَ الْحِيَلِ قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالَىٰ خُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا وَهٰذَا تَعْلِيْمُ الْمَخْرَجِ لِأَيُّوْبَ النَّبِيِّ۔

کیا جاوے کہ اس سے آدمی حرام سے بچ جاوے یا حلال کو پالے وہ اچھا ہے۔ اس قسم کے حیلوں کے جائز ہونے کی دلیل رب تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ اپنے ہاتھ میں جھاڑو لو اس سے مار دو۔ یہ حضرت ایّوب علیہ السّلام کو قسم سے بچنے کی تعلیم تھی۔

انصاف کیجئے جس طرح ہم نے حیلہ شرعی کا بیان اور اس کی تعریف کی ہے وہی ہمارے معتبر فقہاء لکھ رہے ہیں۔ اس سے حقانیت اہلسنّت (بریلوی) کا خوب اندازہ لگائیں۔ اسی طرح الاشباہ والنظائر میں کتاب الحیل وضع فرمائی۔ مجتہد فی المذہب حضرت امام محمد متوفی ۱۸۹ھ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے بھی ایک کتاب تصنیف فرمائی جس کا نام ہی کتاب الحیل (شرعی حیلوں کی کتاب) رکھا۔

(خلاصۃ المرام ایں کہ)

تصانیف اور مستقل ابواب قائم کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ شرعی طور پر اگر حیلہ کیا جائے تو جائز ہے اس میں نہ شرعی قباحت ہے اور نہ ہی فقہاء کرام نے اسے غلط کہا ہے بلکہ اس کے ثبوت کے لیے تجاویز بتائی ہیں چنانچہ اسی صفحہ کے آگے چند تصریحات عرض کی جائیں گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

(فصلِ دوم)

شرعی حیلہ کا ثبوت از احادیث

۱- وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّہٗ قَالَ وَقَعَتْ وَحْشَۃٌ بَیْنَ ھَجرَۃَ وَسَارَۃَ فَحَلَفَتْ سَارَۃُ اِنْ ظَفِرَتْ بِھَا قَطَعَتْ عُضْوًا مِنْھَا فَاَرْسَلَ اللّٰہُ جِبْرِیْلَ اِلٰی اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ عَنْ یُّصْلِحَ بَیْنَھُمَا فَقَالَتْ سَارَۃُ مَا حِیْلَۃُ یَمِیْنِیْ فَاَوْحَی اللّٰہُ اِلٰی اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَنْ یَّاْمُرَ سَارَۃَ اَنْ تَثْقُبَ اُذُنَیْ ھَاجَرَ فَمِنْ ثَمَّ تَقُوْبُ الْاُذُنُ ۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت سارہ و ہاجرہ رضی اللہ عنہما میں کچھ جھگڑا ہو گیا حضرت سارہ نے قسم کھائی کہ مجھے موقعہ ملا تو ہاجرہ کا کوئی عضو کاٹوں گی ۔ رب تعالیٰ نے حضرت جبریل کو ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا کہ اُن میں صلح کرا دیں ۔ حضرت سارہ نے عرض کیا تو میری قسم کا کیا حیلہ ہوگا ۔ پس ابراہیم ؑ پر وحی آئی کہ حضرت سارہ کو حکم دو کہ وہ حضرت ہاجرہ کے کان چھید دیں ۔ اسی وقت سے عورتوں کے کان چھیدے گئے ۔

۲- والشارخانیہ وجیرہ ص ۲ ، کذا فی الحموی ص ۱۱۱ مع الاشباہ والنظائر فن خامس ۔ مطبوعہ نولکشور ۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کی کہ میں نے یہ کہہ دیا ہے کہ اگر میں نے اپنے بھائی سے کلام کی تو میری بیوی کو

تین طلاقیں۔ اب مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ آپ نے فرمایا تم اپنی عورت کو ایک طلاق دے دو۔ عدت گذرنے پر اپنے بھائی سے بات کرلو۔ بعدازاں اس عورت سے نکاح کرلو۔ اب وہ تین طلاقیں واقع نہیں ہوں گی چاہے بھائی سے گفتگو کرتے رہو۔ (دیکھا آپ نے تین طلاقوں سے بچنے کا کیا بہترین طریقہ (حیلہ) سکھایا) (کذافی المبسوط للسرخسی ص ۲۰۹)

۳۔ عن ابی سعید الخدری قال جاء بلال الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بتمر جید فقال له النبی صلی اللہ علیہ وسلم من این هذا قال کان عندنا تمر ردی فبعت منه صاعین بصاع فقال اوعین الربا عین الربا لا تفعل ولکن اذا اردت ان تشتری فبع التمر ببیع آخر ثم اشتریه۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عمدہ کھجوریں لائے۔ آپ نے پوچھا یہ کہاں سے لائے۔ عرض کی کہ میرے پاس ردی کھجوریں تھیں دو صاع دے کر ایک صاع عمدہ کھجوریں لے آیا ہوں۔ فرمایا کہ یہ تو خالص سود ہے ایسا نہ کرو اگر تم خریدنا چاہو تو کھجوروں کو الگ بیچ دو پھر ان کی قیمت سے اچھی کھجوریں خریدلو۔ متفق علیہ۔

(مشکوٰۃ شریف باب الربٰو ص ۲۴۵)

ف: اس صورت میں حیلہ نہ کیا جائے تو خالص سود بنتا ہے لیکن جب حیلہ کیا گیا تو سود سے بھی بچاؤ ہوگیا اور مقصد بھی پورا ہوگیا۔

اس کے تحت حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ:

ف: هذا الحدیث صریح ۔۔۔ اس حدیث سے صاف ظاہر

فی جواز الحیلة فی الربا وھو الذی قال بہ ابو حنیفة والشافعی رضی اللہ تعالیٰ عنھما وبیانہ انہ صلی اللہ علیہ وسلم امرہ ان یبیع الردی بالدراھم ثم یشتری بھا الجید ظاھر الیساق یدل علی انہ لیس فی ذمة والا لیشنہ لہ۔

ہے کہ سود میں حیلہ جائز ہے اور یہی فرمان امام ابوحنیفہ و امام شافعی رحمہا اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے اسے ردی کو چند ٹکوں سے بیچنے کا حکم فرمایا اور فرمایا کہ انہی چند ٹکوں سے اچھی کھجور خرید لے اس میں یہ بھی نہیں کہ اس کے ذمہ کچھ اور شے لازم تھی ورنہ اسے بیان فرماتے۔

۴۔ عن ابی سعید و ابی ھریرة رضی اللہ تعالیٰ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استعمل رجلا علی خیبر فجاء بتمر جنیب فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اکل تمر خیبر ھکذا قال لہ واللہ یا رسول اللہ انا لناخذ الصاع من ھذا بالصاعین والصاعین بالثلث فقال لہ تفعل بع الجمع بالدراھم ثم ابتع بالدراھم جنیبا (متفق علیہ) وقال فی المیزان مثل ذلک وقد روی ھذا الحدیث الامام محمد فی موطائہ۔

ف: اس حدیث کا ترجمہ اسی طرح ہے جو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں گذرا معمولی فرق ہے، مقصد ایک ہی ہے۔

ف: اس کی شرح میں شراح نے لکھا ہے کہ:

بعلتمريك الخ اشارة بما يجتنب به عن الربوا مع حصول المقصد

وبه اجمع جماعة من فقهاء منا وغيرهم على جواز الحيلة فى الربوا وبنوا عليها فروعاً والحق ان العبرة فى امثال هذا على النية فانما لكل امراء مانوى ۔ اسی حدیث کے بعض حاشیوں میں لکھا ہے کہ:

ذلك حيلة شرعية فى دفع الربوا ومن هذا اعلم شرعية الحيلة۔

ترجمہ کا مقصد وہی ہے جو اوپر گذرا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حیلہ شرعیہ جائز ہے۔

مُلّا علی قاری رحمہ اللہ الباری ابوحمید ساعدی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ان من القواعد المقررة ان للوسائل حكم المقاصد فوسيلة الطاعة طاعة ووسيلة المعصية معصية فابوحنيفة والشافعى وغيرهما ممن يرون الحيلة من الجماهير اباحوا الحيلة عند حسن النية وتخليص المسلم المبتلى الذى ضاق الامر عليه وشاق فى الربوا وغيره لان النبى صلى الله عليه وسلم عامله على خيبر وقد قال له ان يشترى صاع تمر جيد بصاعى ردى حيلة يخرجه عن الربوا وهى عن يبيع الردى بدراهم ويشترى بها الجيد ۔ اس کے ترجمہ کا مفہوم وہی ہے جو پہلے بیان ہو چکا ہے۔

ان احادیث کے علاوہ اور بھی بکثرت ہیں منجملہ ان کے باب الحدود میں ابن ماجہ نے صریحی طور جواز حیلہ پر روایت فرمائی ہے سب میں حیلہ شرعیہ کے جواز کی تصریحات موجود ہیں لیکن ضد کا علاج نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہدایت بخشے۔ اب چند تصریحات فقہاء کرام کی بھی ملاحظہ فرمائیں۔

محدثین کے اقوال مذکورہ بالا حوالہ جات میں آچکے ہیں۔ فقہاء کرام کے حاضر ہیں۔

حیلہ شرعیہ کا ثبوت از عبارات فقہاء کرام

فصل سوم

۱۔ الاشباہ والنظائر میں ہے:

قال فی الملتقط قال ابو سلیمان کذبوا علی محمد لیس له کتاب الحیل وانما هو الهرب من الحرام والتخلص منه حسن۔

ملتقط میں ہے کہ ابوسلیمان نے فرمایا کہ امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ پر بہتان تراشا گیا ہے کہ انہوں نے کتاب الحیل نہیں لکھی حالانکہ یہ حیلہ حرام سے اجتناب اور اس سے بچاؤ کی ایک صورت ہے اور وہ جائز ہے۔

۲۔ حموی الاشباہ والنظائر کے حاشیہ پر لکھتے ہیں کہ:

"قال فی التتارخانیة مذهب علمائنا ان کل حیلة یحتال بها الرجل لابطال حق ایفر اولادخال شبهة فیه فهی مکروهة یعنی تحریما۔" وفی العیون وجامع الفتاوی لا یسعه ذلك وکل حیلة یحتال بها الرجل یتخلص بها عن حرام اویتوصل بها الی حلال فهی حسنة وهو ما نقل عن الشعبی لا باس بالحیلة فیما یحل۔

تاتارخانیہ میں ہے کہ ہمارے علماء کا مذہب ہے کہ ہر وہ حیلہ کہ جس کا حق مارنا یا اس میں شبہ ڈالنا مطلوب ہو تو ایسا حیلہ مکروہ تحریمی ہے۔ ہاں جس حیلہ سے حرام سے بچنا یا حلال کا حصول مطلوب ہو تو وہ جائز ہے اور یہی امام شعبی سے منقول ہے۔

۳۔ ملاجیون کے بیٹے مولانا فیض عالم رحمۃ اللہ علیہ وجیز الصراط صـ۲۰ میں لکھتے ہیں کہ : ور شد تر در انکار ایں حیلہ وہابیہ (غیر مقلدین ودیوبندی ٹولہ) ہستند ومی گویند کہ در جواز حیلہ قرآن وارد شدہ است واز مجتہدانِ دین مثل امام محمد وغیرہ رحمہ اللہ اجمعین دریں امر ابواب وفصول منقول اند۔

۴۔ امام شمس الائمہ سرخسی فرماتے ہیں کہ پہلی قسم تو نیکی و پرہیزگاری میں تعاون ہے، جس کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے : تعاونوا علی البر والتقوی دوسری قسم برائی اور گناہ میں امداد ہے جس سے ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان کے ذریعے منع کیا گیا ہے۔

بلکہ امام شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ :

فمن کرہ الحیل فی الاحکام فانما یکرہ فی الحقیقۃ احکام الشرع وانما یقع مثل ھذہ الاشیاء من قلۃ التامل۔	جو شخص احکام میں حیلے کا انکار کرتا ہے وہ درحقیقت احکام شرعی کا منکر ہے۔ ایسی باتیں غور د فکر کی کمی سے پیدا ہوتی ہیں۔

(مبسوط جلد ۳۰ صـ۲۱۰)

حیلہ اسقاط کے دیگر دلائل

اسقاط کی وجہ سے نماز معاف نہیں ہوتی بلکہ زمانۂ حیات میں نماز نہ پڑھنے کا جو قصور میت سے ہو چکا ہے اور اب اس کا عوض میت سے ناممکن ہے اور میت اس میں گرفتار ہے اس کے قصور معاف کرانے کا یہ حیلہ ہے اور اس طرح کا ثبوت احادیث میں موجود ہے مثلاً حدیث شریف میں ہے :

نماز جمعہ چھوٹ جاوے ، وہ ایک دینار صدقہ کرے ۔ (مشکوٰۃ . باب الجمعہ)

اسی طرح حدیث شریف میں ہے : جو شخص اپنی بیوی سے بحالتِ حیض صحبت کرے وہ ایک دینار یا نصف دینار خیرات کرے ۔ یہ خیرات کیا ہے ؟ اُس گناہ کا کفارہ ہے جس کا بدلہ ناممکن ہو گیا ۔

ان دونوں حدیثوں کو ہمارے مسئلہ کے سامنے رکھیے تو ہمارا مسئلہ واضح ہو جائیگا اور اس بندۂ خدا پر ناراضگی ہے ہی تو اسے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے نجات دلانے کا واحد ذریعہ صدقہ ہے جو ہم ادا کرتے ہیں ۔ حدیث شریف میں ہے :

الصدقة تطفی غضب الرب — صدقہ کرنا اللہ تعالیٰ کے غضب کو دفع کرتا ہے ۔

سوالات وجوابات

حیلہ اسقاط پر مرزائی وہابی ، دیوبندی وغیرہ کے اعتراضات وارد ہوتے ہیں ۔ ان کو بنظر انصاف دیکھا جائے تو درحقیقت کوئی اعتراض نہیں ہوتے ۔ محض لفظی ہیرا پھیری کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا ۔ ہمارے سادہ لوح اہلسنت مسلمان برادران ان کی تزویر میں

پھنس جاتے ہیں ۔ اسی لیے چند شبہات لکھ کر ان کے جوابات تحقیقی اور علمی پیش کیے جاتے ہیں :

سوال : حیلہ کرنا خدا اور اس کی مخلوق کو دھوکہ دینا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کو بالکل ناپسند ہے ۔ منافقوں کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

یُخَادِعُونَ اللّٰہَ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ اور مومنوں کو فریب دینے کی کوشش کرتے ہیں ۔

حیلہ اسقاط میں بھی فریب ہے کہ کچھ مال دے کر بہت سے فرائض کو معاف کرانے کی کوشش کی جاتی ہے ۔

جواب : دراصل مخالف نے خود دھوکہ سے کام لیا ہے کیونکہ حیلہ اور ہے اور دھوکہ اور ۔ ان میں زمین و آسمان کا فرق ہے ۔ اسی لیے تو ہم کہتے ہیں کہ یہ لوگ پرلے درجے کے جاہل ہیں ۔ دیکھیے یہاں بھی حیلہ کو دھوکہ سے تعبیر کیا اور ظاہر ہے کہ حیلہ کو دھوکہ کہنا جہالت بلکہ حماقت ہے ۔ پہلے ہم نے عرض کیا ہے اور دلائل سے ثابت کیا ہے کہ حیلہ کہتے ہیں " شرعی ضرورت پورا کرنے کی تدبیر " کو ۔ چنانچہ عرفِ عام میں عام مشہور ہے کہ " حیلہ رزق بہانہ موت " اور شرعی حیلہ کے دلائل قرآن پاک واحادیث مبارکہ اور فقہاء کرام کی تصریحات سے ہم نے پہلے عرض کر دیے ہیں ۔ یہ ٹھیک ہے کہ کسی کو دھوکہ دینا حرام اور گناہ ہے ۔ لیکن یہ تو مخالف کو یقین ہے کہ شرعی ضرورت کو پورا کرنے یا حرام باتوں سے بچنے کی تدبیر کرنا عین ثواب ۔ اس کی بہت سی مثالیں پہلے عرض کر دی گئی ہیں ۔

جواب نمبر ۲ : آیت " یخادعون اللہ " منافقین کے حق میں نازل ہوئی جو کلمہ اسلام کو اپنے لیے آڑ بناتے تھے اور دل میں وہ بدستور کافر تھے ۔ لیکن افسوس

کہ وہابیوں، دیوبندیوں نے اسے اہل اسلام پر چسپاں کر دیا اور ان کی یہ رسم نئی نہیں ہے کہ بتوں کے بارے میں وارد شدہ آیات کو اولیاء و انبیاء پر چسپاں کریں اور منافقوں سے متعلق آیات کو مسلمانوں پر منطبق کریں۔ یہ طریقہ ان کو خارجیوں سے ورثہً ملا ہے جبکہ وہ بھی اسی طرح کرتے تھے۔ اسی لیے تو ہم کہتے ہیں کہ یہ وہابی، دیوبندی انہی خارجیوں کی اولاد ہیں جن کے متعلق حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے صدیوں پہلے پیشین گوئی فرمائی۔ اس کی تفصیل فقیر نے پہلے عرض کر دی ہے۔

جواب نمبر ۳ : شرعی طریقہ سے اللہ تعالیٰ کے دامن رحمت کا سہارا
حیلہ۔ اسقاط کو دھوکہ یا فراڈ کہنا محض بے جا ہے۔ اس شرعی طریقہ سے اللہ تعالیٰ کے دامن رحمت کا سہارا لیا جاتا ہے۔ کسی کو نقصان پہنچانا یا کسی کی حق تلفی مقصود نہیں اور بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت شامل ہو جائے۔ کیونکہ رحمت حق بہانہ می جوید، رحمت حق بہانہ می جوید۔ مطلق حیلے کا ثبوت آیات و احادیث سے۔ بیان ہو چکا کیا اسے بھی فریب کا نام دیا جائے گا۔

جواب نمبر ۴ : عجیب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دامن رحمت سے منقطع کرنے کے لیے بے بنیاد حیلے بہانے تراشتے ہیں۔ اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے والا معاملہ ہے کہ حیلے بہانے تراشتے ہیں تاکہ مومن مسلم کی رہائی نہ ہو اور آئیں پڑھتے ہیں منافقین کی۔

سوال : نماز و روزہ عبادت بدنی ہے اور فدیہ مال۔ ہے اور مال بدنی عبادت کا کفارہ کسی طرح نہیں ہو سکتا۔ لہذا یہ حیلہ محض باطل ہے۔ کیونکہ خلاف قیاس ہے۔

جواب : یہ قیاس قرآنی آیت کے مقابل ہے کہ قرآن تو فرما رہا ہے وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ (جو اس روزے کی طاقت نہیں رکھتے

اُن پر فدیہ ہے۔ ایک مسکین کا کھانا) اور حکم الٰہی کے مقابل اپنا قیاس کرنا شیطان کا کام ہے کہ اس کو حکم الٰہی ہوا تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کر۔ اُس نے اس حکم کے مقابل اپنا قیاس دوڑایا، مردود ہوا۔

پھر بدنی محنت کے مقابل مال ہونا عقل کے مطابق ہے کہ ہم کسی سے کام کراتے ہیں اُس کے معاوضہ مال دیتے ہیں بعض صورتوں میں جان کا بدلہ بھی مال سے ہوتا ہے اور شریعت میں بعض کفارے خلاف قیاس بھی ہوتے ہیں۔ کوئی نمازی پہلی التحیات بھول گیا تو سجدہ سہو کرے۔ کسی نے اپنی بیوی سے اظہار کر لیا تو اس کے کفارہ میں ساٹھ روزے رکھے۔ حاجی نے بحالت احرام شکار کر لیا تو اس شکار کی قیمت خیرات کرے ورنہ روزے رکھے۔ یہ تمام کفارے خلاف قیاس ہیں مگر شریعت نے مقرر فرما دیا۔ بسر و چشم ہمیں تو منظور ہے۔ لیکن ازلی قسمت کا مارا مارا مارا پھرتا رہے گا۔

سوال : راہ سنت ص ۲۶۸ میں ہے کہ ملا ابو محمد عبد القادر القرشی حنفی المتوفی ۷۷۵ھ لکھتے ہیں کہ:

ابو سلیمان الجرجانی	امام ابو سلیمان جرجانی کہتے ہیں کہ
کذبوا علی محمد لیس لہ	لوگوں نے امام محمد پر جھوٹ کہا ہے
کتاب الحیل انما کتاب	کتاب الحیل ان کی نہیں کتاب الحیل
الحیل للوراق ۔	تو وراق کی لکھی ہوئی ہے۔

جواب : چونکہ حیلہ اسقاط کی ایک صورت بھی بیان کی گئی تھی۔ اس لیے مخالفین نے اسی میں عافیت سمجھی کہ یہ کہہ دیا جائے کہ یہ کتاب امام محمد کی ہی نہیں۔ حالانکہ مجتہد فی المسائل امام شمس الائمہ سرخسی متوفی ۴۹۰ھ نے گو حضرت ابو سلیمان جوزجانی متوفی ۲۰۰ھ کا یہ قول نقل کیا کہ کتاب الحیل حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ

کی نہیں مگر ساتھ ہی فرمایا کہ:

وما ابو حفص رحمہ اللہ تعالیٰ کان یقول ھو من تصنیف محمد رحمہ اللہ تعالیٰ وکان یروی عنہ ذالک وھو الاصح فان الحیل فی الاحکام المخرجۃ عن الامام جائزۃ عند جمھور العلماءُ وانما کرہ ذالک بعض المتعسفین لجھلھم و قلۃ تاملھم فی الکتاب والسنۃ (مبسوط ج ۳۰ ص ۲۰۹)	ابو حفص رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے تھے کہ کتاب الحیل امام محمد ہی کی تصنیف ہے اور ابو حفص اسے امام محمد سے روایت بھی کرتے تھے شمس الائمہ فرماتے ہیں یہی اصح ہے کیونکہ احکام میں جو حیلے امام سے منقول ہیں وہ جمہور علماء کے نزدیک جائز ہیں۔ انہیں بعض تنگ نظر لوگوں نے جہالت اور کتاب وسنت میں پوری طرح تامل نہ کرنے کی وجہ سے ناپسند رکھا ہے۔

امام ابو حفص کبیر متوفی ۲۱۸ھ کے قول اور امام شمس الائمہ سرخسی کی تائید و توثیق سے بھی کتاب الحیل کا امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف تسلیم نہیں ہوگا محض اس وجہ سے ابو سلیمان جوزجانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے انکار کیا ہے تو اس انکار کی وجہ بھی سن لیجئے۔ علاوہ مصری متوفی ۹۶۹ھ اشباہ والنظائر فن خامس میں فرماتے ہیں:

واختلف مشائخنا فی التعبیر عن ذالک فاختار کثیر التعبیر بکتاب الحیل واختار کثیر کتاب المخارج	ہمارے مشائخ کا فن حیل کے نام میں اختلاف ہے۔ بہت مشائخ نے کتاب الحیل کو پسند کیا۔ اور کثیر نے کتاب المخارج

واختاره فی الملتقط وقال قال ابو سلیمان کذبوا علی محمد لیس له کتاب الحیل۔ | اختیار کیا اسی نام کو ملتقط میں اختیار کیا اور فرمایا کہ ابو سلیمان کہتے ہیں کہ لوگوں نے جھوٹ کہا کہ کتاب الحیل امام محمد کی نہیں۔

اس عبارت سے واضح طور پر پتہ چلتا ہے کہ ابو سلیمان رحمۃ اللہ تعالیٰ کا اختلاف نام کی حد تک ہے۔ کتاب الحیل ہونا چاہئیے یا کتاب المخارج (منہیات سے بچنے کے ذرائع پر مشتمل کتاب) مبسوط کی عبارت بھی اسی کی عرف مشیر ہے:

فکیف یظن محمد رحمہ اللہ تعالیٰ انہ سمّٰی شیئًا من تصانیفہ بھذا الاسم لیکون ذلک عرفا للجھال علی ما یتقولون۔ (ج ۳۰ ص ۲۰۹) | امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ کے بارے میں کیسے گمان کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے اپنی کسی تصنیف کا یہ نام رکھا ہو۔ اس سے تو جاہلوں کو اپنی باتوں پر تقویت ملے گی۔

بہر حال اختلاف صرف کتاب کے نام رکھنے میں نفس مسئلہ کے اختلاف کو کسی قسم کا تعارض نہیں اور نہ ہو سکتا ہے کیونکہ جب کہ وہ خود اپنی کتابوں میں نفس مسئلہ یعنی حیلہ کے جواز میں تصریح فرماتے ہیں۔ چنانچہ ملاحظہ ہو،

۱۔ حموی شرح اشباہ والنظائر اور مبسوط وغیرہ میں ہے:

فالحاصل ان ما یتخلص به الرجل من الحرام ویتوصل به الی الحلال من الحیل فھو حسن وانما یکرہ ذلك ان یحتال فی حق لرجل | خلاصہ یہ کہ جس حیلے کے ذریعے آدمی حرام سے بچے یا حلال تک پہنچے وہ بلاشک بہتر ہے البتہ وہ حیلہ مکروہ ہے جس کے ذریعے کسی کا حق باطل کیا جائے یا باطل

حتی یبطله اوفی باطل یموهه اوفی حق حتی یدخل فیه شبهة

خوشنما بنا دیا جائے یا کسی کے حق میں شبہ پیدا کر دیا جائے۔

(ج ۳ صہ ۲۱۰)

سوال: بنی اسرائیل نے ہفتے کے دن مچھلی کا شکار کرنے کے لیے ایک حیلہ ایجاد کیا تھا جس کی پاداش میں بندر بنا دیے گئے۔ بحکم الٰہی کُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِيْنَ (تم کس خوش فہمی میں مبتلا ہو) کہ حیلہ کرتے ہو۔ بنی اسرائیل کے لیے ہفتے کے دن شکار حرام تھا۔ انھوں نے حیلے کے ذریعے حرام کو حلال بنانے کی کوشش کی تھی لہذا سزا ملی۔ تمہارے نزدیک اللہ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار ہونا اور میت کی مغفرت کے لیے ایصال ثواب کا ایک طریقہ اختیار کرنا بھی حرام ہے جس کی بنا پر حیلہ کرنے والوں کو قہر و غضب الٰہی کے مستحق ٹھہراتے ہو۔

ایضاً: میت کے ترکہ سے بعض بچوں کا تعلق ہوتا ہے اور بعض ایسے افراد کا جو غائب ہوتے ہیں۔ بچے کے مال کو حیلہ اسقاط وغیرہ کے لیے بالکل صرف نہیں کیا جا سکتا اور غائب کی اجازت کے بغیر اس کا حق کیسے صرف کیا جا سکتا ہے دونوں صورتوں میں حیلہ اسقاط ناجائز ہوا۔

جواب: اس شبہ کی بنا پر تو ایصال ثواب کو بھی ناجائز کہہ دینا چاہئیے کیونکہ یہ بات تو وہاں بھی پائی جاتی ہے کہ میت کے ترکے سے بچوں اور بعض غائب افراد کا حق متعلق ہوتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ بچے کے مال کو ایسے امور میں صرف نہیں کیا جا سکتا اور غائب کے مال کو صرف کرنا اس کی اجازت پر موقوف ہے لیکن اس کا معنی یہ نہیں کہ حیلہ اسقاط کی کوئی صورت ہی نہ رہے بلکہ اگر مرنے والے نے صدقہ و خیرات اور حیلۂ اسقاط کی وصیت کر دی ہو تو اس کے مال کے تہائی حصّہ کو لازماً اس طرف خرچ کرنا ہوگا۔ اس صورت میں

بچوں اور غائبین کا کچھ دخل ہی نہیں اور اگر وصیت نہیں بھی کی تو عاقل و بالغ موجودہ وارث ایسا تو نہیں ہوگا کہ میت کے مال پر ہی آس لگائے بیٹھے ہوں گے۔ اپنے پاس سے مال صرف کر کے حیلہ اسقاط کر سکتے ہیں یا وراثت میں سے اپنے حصے کو اس طرف خرچ کر دیں تو بھی کوئی حرج نہیں۔ ابھی تو تھوڑا سا مال خیرات کرنا ہے اور اگر چہ فدیہ ادا کرنا پڑ جائے تو شاید آپ کو کیا کیا مکرو فریب یاد آجائیں گے۔

سوال:۔ اس طرح لوگوں کے دلوں سے احساس جرم جاتا رہے گا۔ وہ جب سمجھیں گے کہ نماز و روزہ ادا کیے بغیر حیلے کے ذریعے خلاصی ہو سکتی ہے تو ادا کرنے کی کیا ضرورت؟

جواب:۔ پھر تو آپ توبہ اور شفاعت کا بھی انکار کر دیں گے۔ کیونکہ کہا جا سکتا ہے کہ جب اس طرح نجات مل سکتی ہے تو عبادات کے ادا کرنے اور گناہوں سے بچنے کی کیا ضرورت ہے۔ عقل و دانش رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ ہمیں شریعت مطہرہ کی پابندی ہی کرنی چاہیے۔ احکام کی ادائیگی نہ ہو سکی تو لازماً قضا کرنی چاہیے لیکن اسکا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اگر شامت نفس سے کچھ کوتاہیاں ہو گئی ہیں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہو جانا چاہیے بلکہ جب تک ہمیں شریعت کے مطابق کوئی راستہ ملے گا اسی کو اپنائیں گے۔

سوال: حیلہ اسقاط سے لوگ بے نمازی بن جاویں گے کیونکہ جب ان کو معلوم ہو گیا کہ ہمارے بعد ہماری نمازوں کا اسقاط ممکن ہے تو پھر نماز پڑھنے کی زحمت کیوں گوارا کریں گے؟ اس لیے یہ بند ہونا چاہیے۔

جواب: یہ اعتراض تو ایسا ہے۔ جیسے بعض آریاؤں نے اسلام پر اعتراض کیا ہے کہ مسئلہ زکوٰۃ سے مسلمانوں میں بے کاری پیدا ہوتی ہے اور مسئلہ توبہ سے آدمی گناہ پر دلیر ہوتا ہے۔ کیونکہ جب غریب کو معلوم ہے کہ مجھے زکوٰۃ کا مال بغیر محنت ملے گا تو کیوں محنت کرے۔ اسی طرح جب کہ آدمی کو

معلوم ہو گیا کہ توبہ سے گناہ معاف ہو جاتا ہے تو خوب گناہ کرے گا۔ جیسے کہ یہ اعتراض لغو ہے اُسی طرح یہ بھی۔ جو شخص کہ فدیہ نماز پر دلیر ہو کہ نماز کو ضروری نہ سمجھے وہ کافر ہو گیا اور یہ مال نماز کا فدیہ ہے نہ کہ کفر کا۔ نیز اگر کوئی شخص مسئلہ صحیحہ کو غلط استعمال کرے تو غلطی اس استعمال کرنے والے کی ہے نہ کہ مسئلہ کی۔ نیز مسئلہ اسقاط صدہا سال سے مسلمانوں میں مشہور ہے لیکن آج تک ہم کو تو کوئی بھی مسلمان ایسا نہ ملا جو اس اسقاط کی بنا پر نماز سے بے پرواہ ہو گیا ہو۔

سوال : کچھ بنی اسرائیلیوں نے حیلہ کر کے مچھلی کا شکار کیا تھا جس سے اُن پر عذاب الٰہی آگیا اور وہ بندر بنا دیئے گئے کُوْنُوْا قِرَدَۃً خٰسِئِیْنَ معلوم ہوا کہ حیلہ سخت گناہ ہے اور عذاب الٰہی کا باعث۔

جواب : حیلہ کا حرام ہونا بھی بنی اسرائیل پر عذاب تھا۔ جیسے کہ بہت سے گوشت ان پر حرام تھے۔ ایسے ہی یہ بھی اس امت پر جائز حیلوں کا حلال ہونا رب کی رحمت ہے۔ نیز انہوں نے حرام کو حلال کرنے کا حیلہ کیا کہ ہفتہ کے دن مچھلی کا شکار ان پر حرام تھا۔ ایسے حیلہ اب بھی منع ہیں۔

سوال : قرآن فرماتا ہے لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی (نہیں ہے انسان کے لیے مگر وہ جو خود کما لے) اور فدیہ اسقاط میں یہ ہے کہ میت نماز نہ پڑھے اور اسکی اولاد مال خرچ کر کے اس کو اس جرم سے آزاد کرا دے۔ جس سے معلوم ہوا کہ یہ حیلہ خلاف قرآن ہے۔

جواب : اس کا جواب فاتحہ کی بحث میں دیکھیے کہ اس آیت کی چند توجیہیں ہیں۔ ایک یہ بھی ہے کہ یہ لام ملکیت کا ہے۔ یعنی انسان اپنی کمائی ہی کا مالک ہے غیر کی بخشش قبضہ میں نہیں۔ وہ کرے یا نہ کرے اس لیے غیر کی سخاوت پر

بھول کر اپنی محنت کو بھول جانا خلاف عقل ہے ؎

بعد مرنے کے تمہیں اپنا پرایا بھول جائے
فاتحہ کو قبر پر پھر کوئی آئے یا نہ آئے

جواب یہ کہ یہ آیت کریمہ عبادت بدنیہ کے بارے میں آئی ہے کہ کوئی شخص کسی کی طرف سے نماز پڑھ دے یا روزے رکھ دے تو اس کے ذمہ سے اس کے فرائض نماز و روزہ ادا نہ ہوں گے وغیرہ - اگر یہ توجیہیں نہ کی جاویں تو بہت سی آیات قرآنیہ اور احادیث کی مخالفت لازم آوے گی ۔ قرآن کریم نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ مومنین کے لیے اپنے ماں باپ کے لیے دعا کریں ۔ نماز جنازہ بھی میت کے اور تمام مسلمانوں کے لیے دعا ہی ہے - احادیث نے میت کی طرف سے صدقہ و خیرات کرنے کا حکم دیا ہے -

فائدہ بعض جگہ رواج ہے کہ اگر کسی مسلمان کا انتقال جمعہ کے علاوہ کسی اور دن ہو تو میت کے ورثا اس کی قبر پر حافظ بٹھا کر جمعہ تک قرآن خوانی کراتے ہیں ۔ بعض دیوبندی اس کو بھی حرام کہتے ہیں لیکن یہ حرام کہنا محض غلط ہے اور قبر کے پاس قرآن خوانی کرنا بہت باعث ثواب ہے - اس کی اصل یہ ہے کہ مشکوٰۃ " کتاب عذاب القبر" میں ہے کہ جب میت قبر میں رکھ دی جاتی ہے وَتُوَلّٰی عَنْهُ اَصْحَابُهٗ اَتَاهُ مَلَكَانِ اور لوگ دفن کر کے لوٹ آتے ہیں - تب منکر نکیر فرشتے سوال کے لیے آتے ہیں ۔ جس سے معلوم ہوا کہ دفن کرنے والوں کی موجودگی میں سوال قبر نہیں ہوتا اور پھر شامی جلد اول باب صلوٰۃ الجنائز میں ہے کہ آٹھ شخصوں سے سوال قبر نہیں ہوتا - ۱۔ شہید ، ۲۔ جہاد کی تیاری کرنے والا ، ۳۔ طاعون سے مرنے والا ، ۴۔ زمانہ طاعون میں کسی بیماری سے مرنے والا (بشرطیکہ یہ دونوں صابر ہوں) ، ۵۔ صدیق ، ۶۔ نابالغ بچہ ،

۷۔ جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں مرنے والا ، ۸ ۔ ہر رات سورہ ملک پڑھنے والا
یا مرض موت میں روزانہ سورۂ اخلاص پڑھنے والا (بعض نے فرمایا کہ نبی علیہ السلام
سے بھی) اس سے معلوم ہوا کہ جو جمعہ کے دن مرے اس سے سوال قبر نہیں
ہوتے ۔ تو اگر کسی کا انتقال مثلاً اتوار کو ہوا اور بعد دفن سے ہی آدمی وہاں موجود
رہا تو اس کی موجودگی کی وجہ سے سوالِ قبر نہ ہوا اور اب جبکہ جمعہ آگیا سوال قبر
کا وقت نکل چکا اب قیامت تک نہ ہوگا۔ گویا یہ عذاب الٰہی سے میت کو بچانے
کی تدبیر ہے اور اللہ کی رحمت سے امید ہے کہ اس پر رحم فرمادے ۔ اب جب کہ
آدمی وہاں بیٹھا ہے تو بیکار بیٹھا بیٹھا کیا کرے ، قرآن پاک کی تلاوت کرے ،
جس سے میت کو بھی فائدہ ہو اور قاری کو بھی ۔

کتاب الاذکار مصنفہ امام نووی باب مایقول بعد الدفن میں ہے کہ : قال
الشافعی ویستحب ان یقرؤا عندہ شیئًا من القرآن قالوا فان
ختموا القراٰن کلہ کان حسنًا ۔ یعنی قبر کے پاس کچھ تلاوت کرنا مستحب ہے
اور اگر پورا قرآن پڑھلیں تو بھی اچھا ہے ۔

فائدہ ہم رسالہ اذان بر قبر بحث میں عرض کر چکے ہیں کہ قبر پر جو سبزہ اگ جاتا ہے اس کی
تسبیح کی برکت سے میت کو فائدہ ہوتا ہے ۔ یہ تو انسان کی تلاوت قرآن ہے ۔ ضرور
نافع ہوگی ۔ انشاء اللہ ۔ مگر چاہیئے یہ کہ کسی وقت بھی قبر آدمی سے خالی نہ رہے ۔
اگرچہ لوگ باری باری سے بیٹھیں ۔

فائدہ بعض جگہ مسلمان رمضان کے جمعۃ الوداع کے دن کچھ نوافل قضاءِ عمری پڑھتے
ہیں ۔ بعض لوگ اس کو حرام اور بدعت کہتے ہیں اور لوگوں کو روکتے ہیں ۔ قرآن کریم
فرماتا ہے : اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْھٰی عَبْدًا اِذَا صَلّٰی (بھلا دیکھو تو جو منع کرتا ہے
بندہ کو جب وہ نماز پڑھے ۔

معلوم ہوا کہ کسی نمازی کو نماز سے روکنا سخت جرم ہے۔ قضاء عمری بھی تو نماز ہی ہے اس سے روکنا ہرگز جائز نہیں۔ قضاء عمری کی اصل یہ ہے کہ تفسیر روح البیان پارہ ۷، سورہ انعام زیر آیت وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ۔ ایک حدیث نقل کی اَيُّمَا عَبْدٍ اَوْ اَمَةٍ تَرَكَ صَلٰوتَهٗ فِيْ جَهَالَتِهٖ لَوْ تَابَ وَنَدِمَ عَلٰى تَرْكِهَا فَلْيُصَلِّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ اِثْنَتَيْ عَشَرَةَ رَكْعَةً يَقْرَءُ فِيْ كُلِّ مِنْهَا الْفَاتِحَةَ وَاٰيَةَ الْكُرْسِيِّ وَالْاِخْلَاصَ وَ الْمُعَوَّذَتَيْنِ مَرَّةً لَا يُحَاسِبُهُ اللّٰهُ تَعَالٰى يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ذَكَرَهٗ فِيْ مُخْتَصَرِ الْاِحْيَاءِ۔ (جو مرد یا عورت نادانی سے نماز چھوڑ بیٹھے پھر توبہ کرے اور شرمندہ ہو اس کے چھوٹ جانے کی وجہ سے تو جمعہ کے دن ظہر و عصر کے درمیان بارہ رکعتیں نفل پڑھے۔ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور آیت الکرسی اور قل ہو اللہ اور سورہ فلق و سورہ ناس ایک ایک بار پڑھے تو خدا تعالیٰ قیامت کے دن حساب نہ لے گا۔ اس حدیث کو مختصر الاحیاء میں ذکر کیا ہے۔

فائدہ:۔ صاحب روح البیان اس حدیث کا مطلب سمجھاتے ہیں کہ توبہ کرنے اور نادم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ تارک الصلوٰۃ بندہ شرمندہ ہو کر تمام نمازیں قضا پڑھ لے کیونکہ توبہ کہتے ہی اس کو ہیں۔ پھر قضا کرنے کا جو گناہ ہوا تھا وہ اس نماز قضا عمری کی وجہ سے معاف ہو جاوے گا۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ نمازیں قضا نہ پڑھو۔ صرف یہ نماز پڑھ لو سب ادا ہو گئیں۔ یہ تو روافض بھی نہیں کہتے کہ ان کے یہاں چند روز کی نمازیں ایک وقت میں پڑھنا جائز ہے۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے سال بھر نماز نہ پڑھو بس جمعۃ الوداع کو یہ بارہ رکعتیں پڑھ لو، سب معاف ہو گئیں۔ مطلب وہ ہی ہے۔ کہ صاحب روح البیان نے فرمایا اور مسلمان اسی نیت سے پڑھتے ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے۔ جیسے کہ مشکوٰۃ کتاب الحج باب الوقوف بعرفہ میں ایک حدیث ہے کہ حضور علیہ السلام

عرفہ میں حاجیوں کے لیے دعائے مغفرت فرمائی۔ بارگاہِ الٰہی سے جواب آیا کہ ہم نے مغفرت فرمادی سوائے مظالم (حقوق العباد) کے۔ حضور علیہ السلام نے پھر مزدلفہ میں دعا فرمائی تو مظالم یعنی حقوق العباد بھی معاف فرما دیئے گئے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ کسی شخص کا قرض مار لو، کسی کو قتل کر دو، کسی کی چوری کر لو اور حج کر آؤ۔ سب معاف ہو گیا۔ نہیں بلکہ ادائے قرض میں جو خلاف وعدہ تاخیر ہو گئی وہ معاف کر دی گئی۔ حقوق العباد بہر حال ادا کرنے ہوں گے۔ اگر کوئی مسلمان اس قضا عمری کے پڑھنے یا سمجھنے میں غلطی کرے تو اس کو سمجھا دو۔ نماز سے کیوں روکتے ہو۔ اللہ توفیق خیر دے۔ اگر یہ حدیث ضعیف بھی ہو جب بھی فضائل اعمال میں معتبر ہے۔

مخالفین سے تائید

فتاوٰی رشیدیہ جلد اول صفحہ ۱۰۳ میں ہے:

"حیلہ اسقاط کا مفلس کے واسطے علماء نے وضع کیا تھا۔ اب یہ حیلہ تحصیل چند فلوس کا ملاؤں کے واسطے مقرر ہو گیا ہے۔ حق تعالیٰ نیت سے واقف ہے وہاں یہ حیلہ کارگر نہیں۔ مفلس کے واسطے بشرط صحت نیت ورثہ کیا عجب ہے کہ مفید ہو ورنہ لغو اور حیلہ تحصیل دنیا ویہ کا ہے۔" فقط رشید احمد عفی عنہ

فائدہ اگرچہ اس میں بہت ہیر پھیر کی مگر جائز مان لیا۔ لہٰذا اب کسی دیوبندی کو تو حیلہ اسقاط پر اعتراض کا حق نہیں رہا۔ مفلس کی قید مولوی رشید احمد صاحب نے اپنے گھر سے لگائی ہے۔ ہم فقہی عبارات پیش کر چکے ہیں جس میں مفلس کی قید نہیں ہے مالدار آدمی بھی اگر پورا فدیہ ادا کرے تو تمام ترکہ اسی میں چلا جاوے گا۔ ورثہ کو کیا بچے گا اور اگر کسی نے مرتے وقت وصیت بھی کر دی ہو کہ میرا فدیہ دیا جائے تو وصیت تہائی مال سے زیادہ کی جائز نہیں۔ اگر تہائی مال سے تمام عمر کی نمازوں کا فدیہ

ادا نہ ہوا ۔ تو حیلہ کرنے میں کیا حرج ہے؟ رہا حیلہ کا حیلہ کرنا یہ محض لغو ہے ۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ مدرسہ دیوبند مولویوں کا تنخواہ لینے کا حیلہ ہے لہذا لغو ہے ۔

خاتمہ

اس تمام بحث سے نتیجہ نکلا کہ میت کے پیچھے اسقاط کرنا قبل از دفن لاشبہ جائز ہے ۔ ہمارے فقہاء کرام رحمہ اللہ تعالی سے ثابت ہے اور سب کو معلوم ہے کہ :

۱۔ اسقاط صرف میت کو نفع پہنچانے کی غرض سے کیا جاتا ہے جو احادیث سے ثابت ہے کہ مرنے کے بعد میت کو زندگان کے صدقات وخیرات وغیرہ سے نفع پہنچتا ہے البتہ وہابی دیوبندی معتزلہ کی وراثت سے اسے ناجائز سمجھتے ہیں ۔ یہ معتزلہ کا مذہب ہے کہ صدقہ و دعا میت کو مرنے کے بعد کوئی شے نفع نہیں پہنچاتی ۔ شرح عقائد صد ۲۴ میں ہے :

وفی دعاء الاحیاء للاموات	یعنی میت کے لیے صدقہ و
او صدقتھم ای صدقة	خیرات اور دعا کرنا جائز ہے ۔
الاحیاء عنھم عن الاموات	اس سے میت کو فائدہ ہے ،
نفع لھم ای للاموات	اسی کی وجہ سے میت پر رحمت
خلافا للمعتزلہ ۔	الٰہی کا نزول ہوتا ہے لیکن اس کے
	معتزلہ مخالف ہیں ۔

۲۔ احادیث سے ثابت ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے میت کے لیے قبل از دفن صدقات وخیرات کا حکم فرمایا ہے ۔ چنانچہ شرح برزخ وغیرہ میں ہے :

انه علیه السلام قال تفدوا	
لموتاکم من ملائکة	حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ
القبر ولو بشق تمرة و	وسلم نے فرمایا اپنے موتی
تصدقوا بروح المیت	تک قبر کا فدیہ دو اگرچہ کھجور کے
قبل الدفن لیکون ذلك	دانے کا کچھ حصہ اور میت کی روح کیلئے
فدیة الا من الدین ملائکة	قبل دفن صدقہ کر دو تاکہ وہ ملائکہ عذاب
العذاب -	کا فدیہ ہے (سوائے قرضہ کے)

ف : اس حدیث میں لفظ قبل دفن بتاتا ہے کہ اسقاط جائز ہو جب کہ ہم اہل اموات کے لیے قبل دفن ہی ثواب پہنچاتے ہیں ۔ ان میں یہی اسقاط بھی ہے اور فقہاء کرام کی تصریحات بھی پہلے بیان کی جا چکی ہیں ۔

وہابیہ غیر مقلدین کی کتب سے حیلہ کا ثبوت

۱- صدیق حسن بھوپالی آداب المفتی میں لکھتا ہے کہ :

"فان حسن قصده فی حیلة فهی جائزة بلا شبهة ومفسدة لتخلیص المستفتی بہا من حرج جاز ذلك قد استجب وارشد الله تعالیٰ نبیه ایوب علیه السلام الی التخلص من الحنث بان یاخذ بیده ضغثا فیضرب بالمرأة ضربة واحدة وارشد النبی صلی الله علیه وسلم الی بیع التمر بدراهم تمرا آخر فیتخلص من الربوا فاحسن المخارج ماخلص بہا من المائم واقع الحیل ماوقعه فی المحارم واسقط ما اوجبالله تعالیٰ ورسوله

من الحق اللازم وقد ذكر الحافظ ابن القیم فی اعلام الموقعین من النوعین فلعلك لا تظفر بجمله فی غیر هذا الکتاب ۔

اگر حیلہ میں نیک ارادہ ہو تو جائز ہے تاکہ اس حرج سے بچ جائے ۔ یہ صرف جائز نہیں بلکہ مستحب ہے ۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام اور ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حیلہ کا طریقہ بتایا ۔ اس طرح کا بیان "اعلام الموقعین" میں ابن القیم نے لکھا ہے ۔

ف : اس میں بھوپالی نے خود اور اپنے شیخ الشیوخ سے حیلہ کے نہ صرف جواز کی تصریح بلکہ استحباب کا اقرار کیا ہے ۔

یک حرف کافی

یہاں پر بحث کو ختم کرتا ہوں کیونکہ منصف مزاج کے لیے اتنا کافی ہے اور ضدی کے لیے دفتر ناکافی ۔

واللہ الہادی ھذا آخر ما رقمہ الفقیر القادری ابوالصالح

محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ ربہ

القوی بالنبی الامی صلی اللہ علیہ وآلہ و

اصحابہ اجمعین ۔

۴ رمضان المبارک سنہ ۱۴۰۲ھ بروز ہفتہ ۔

بہاولپور ۔ پاکستان ۔

احناف کی مشہور و معروف تفسیر
روح البیان
کا
بہترین ، سلیس ، اردو ترجمہ
فیوض الرحمٰن
کے نام سے
شائع ہوگیا ہے
مترجم: حضرۃ شیخ التفسیر والحدیث مولانا فیض احمد اویسی مدظلہ
عمدہ کتابت ، دیدہ زیب طباعت۔ مکمل سیٹ :
آج ہی آرڈر بک کرائیے
ملنے کا پتہ : مکتبہ اویسیہ رضویہ سیرانی روڈ بہاولپور